نے ممنونیت کے ساتھ دستِ اعانت بڑھایا ہے۔ ان آبادیوں کی اکثریت کا دارو مدار ایسے فنڈز (جو بیرونی ممالک سے درآمد ہوتے ہیں۔ اور ان کی مقدار کئی ملین ڈالر تک پہنچی ہے۔ ابھی مولانا نے یہ حوالہ پورا نہیں کیا تھا کہ عبدالحفیظ پیرزادہ نے اٹھ کر کہا کہ مولانا نام لیں جنگ میں کس نے جاسوسی کی، یہ آپ کیا لئے بیٹھے ہیں۔ آئینی پوزیشن کو بھی سمجھنا ہے اس طرح نقصان ہوگا ــــــ مولانا نے کہا کہ یہ صرف مذہبی معاملہ نہیں، سیاسی معاملہ بھی ہے۔ البتہ اگر وزیر قانون یقین دہانی کرائیں کہ دوسرے موقع پر اسے پیش کر دوں گا۔ تو اس وقت تک میں قرارداد کو واپس لیتا ہوں۔ البتہ قرارداد کا واپس لینا مقید اور مشروط ہوگا کہ اسے دوبارہ ایوان میں پیش کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ پیرزادہ نے کہا کہ ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں اسے ایوان میں لا سکتے ہیں، میں کیسے روکوں گا۔ مولانا نے اس پر قرارداد مستقل آئین کے نفاذ تک واپس لی۔ اخبارات میں مبہم واپس لینے کا ذکر آیا۔ تو دوسرے دن ایوان میں مولانا نے اسکی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے دو باتوں کی طرف سپیکر کو توجہ دلائی ــــــ ایک یہ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی میری قرارداد یہ کہہ کر مجھے واپس کر دی گئی کہ یہ مفادِ عامہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ عین مفادِ عامہ کا تقاضا ہے۔ اور مرزائیوں کو الگ کر دینا خود قادیانیوں کے مسلک اور پالیسی کے مطابق بھی ہے۔

سپیکر نے کہا کہ اس بارہ میں آپ میرے چیمبر میں آ کر مجھ سے گفتگو کریں۔ یہاں نہیں کر سکتے۔ دوسری وضاحت مولانا نے یہ کی میں نے جناب سپیکر اور وزیر قانون کے مشورہ اور یقین دہانی پر مشروط کی قرارداد ملتوی کر دی ہے۔ واپس نہیں لی۔ کیا میں نعوذ باللہ ارتداد کی اجازت دے سکتا ہوں۔ سپیکر نے کہا ہاں یہ واپسی آئین کے نفاذ تک ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی مولانا کی تائید میں فرمایا کہ نئے آئین کے بعد قرارداد کو ایوان میں لانے کے بارہ میں وزیر قانون کی یقین دہانی ریکارڈ پر ہے۔ مشورہ قبول کرنے کا مطلب قرارداد کو بالکل واپس لینا نہیں۔

سودی نظام کے خاتمہ کی قرارداد

اس کے بعد مولانا عبدالحق مدظلہ نے سودی نظام کے متعلق وہ قرارداد پیش کی جس پر معرکۃ الآراء بحث ہوئی اور بالآخر سرکاری پارٹی نے اسے رائے شماری کے بعد اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسترد کر دیا۔ قرارداد میں ملک بھر میں سودی اقتصادی اور معاشی کاروباری نظام بشمول بنکنگ وغیرہ کو اسلامی اقتصادی نظام سے بدلنے کا کہا گیا تھا۔ نہ صرف آج کے غیر سرکاری دن بلکہ اگلے غیر سرکاری دن کو بھی اس پر بحث ہوتی رہی وزیر خزانہ مبشر حسن جناب پیرزادہ جناب جے اے رحیم، الشیخ رشید وزیر صحت، علی حسن منگی، غلام نبی چوہدری، جناب ممتاز احمد، جناب راؤ حفیظ اللہ، جناب گردیزی وغیرہ نے قرارداد کے مندرجات سے ایک حد تک اتفاق کرتے ہوئے بھی قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں اور خود محرکِ قرارداد مولانا عبدالحق کے

کے علاوہ جناب غلام فاروق خان، راؤ خورشید علی، مولانا ازہری، مولانا محمد علی، مولانا عبدالحکیم، مولانا نعمت اللہ، مولانا ہزاروی، پروفیسر غفور جناب فاروقی صاحب، جناب محمود علی قصوری، جناب کرم بخش اعوان اور سرکاری پارٹی کے جناب غلام رسول تارڑ نے قرارداد کے حق میں تقریریں کیں۔ اخبارات میں پچھلی قرارداد کی طرح اس بحث مباحثہ کا بھی بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ذکر آیا۔ اس لئے ہم ملک کو اقتصادی اور معاشی لحاظ سے درپیش اس اہم مسئلہ پر دونوں فریقوں کے ضروری نقطہ ہائے نظر پیش کرنا چاہتے ہیں ـــــ

سب سے پہلے قرارداد کے محرک مولانا عبدالحق مدظلہ نے تشریحی تقریر میں مختصراً سود کی شرعی قباحتوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سرکاری مذہب آئینی طور پر اسلام مانا گیا ہے، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ سود چاہے جس شکل میں بھی ہو اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ صاف اعلان ہے۔ (جو اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سودی کاروبار کرتا ہے اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ پھر ہمارے آئین میں بھی ہے کہ ہم سودی لین دین اور معاملات کو ختم کریں گے تو میری قرارداد کا مقصد یہ ہے کہ سودی نظام کو اسلام کے معاشی نظام سے تبدیل کرکے ملک میں غیر سودی نظام رائج کیا جائے۔

مولانا کے بعد سوشلسٹ نظام برپا کرنے کی دعویدار پارٹی کی طرف سے غلام نبی چوہدری نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا آج کی ترقی پذیر دنیا میں کوئی بھی صنعت و تجارت سود کے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اور بنکوں کی حیثیت شریانوں جیسی ہے۔ مولانا بنک کے منافع کو سود سے تشبیہ دے رہے ہیں، اس کے بغیر ہم دنیا کے ساتھ معاملات نہیں کر سکتے۔ سود تو سود خوار پٹھانوں والا حرام ہے۔ مطلقاً نہیں۔ اس ریمارک پر ایوان میں شور ہوا۔ اور مقرر نے الفاظ واپس لئے اور اس ضمن میں اصل مسئلہ کو ہنسی مذاق کو ٹالنے کی کوشش شروع ہوئی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس لئے مذاق سے کام نہیں لینا چاہئے، سوال بنکوں کے نہ ہونے کا نہیں سودی بنکنگ نظام کا ہے۔ مولانا نے سرکاری پارٹی کا رخ معقول موقف کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارہ میں سوچا جائے گا۔ لیکن سودی نظام کے حق میں دلائل پیش کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ مگر مولانا ہزاروی کے ارشاد کے برعکس آخر تک وہی نامعقول انداز سامنے آتا رہا۔ چوہدری غلام نبی کو اصرار تھا کہ میں بنک کے منافع کو سود تسلیم ہی نہیں کرتا۔ یہ تو ملازمین کی محنت ہے، منجمد سرمایہ کو حرکت دینا ضروری ہے۔ پروفیسر غفور نے پھبتی کسی کہ آج یہ سرمایہ داروں کا ایجنٹ بن کر کون بول رہا ہے؟ مولانا ہزاروی نے بھی کہا کہ اجلاس کے

کسی ممبر کو مفتی بننے کا حق حاصل نہیں۔ مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ کے سینکڑوں علماء نے سود کی موجودہ تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے۔

پھر ہمارے وزیر خزانہ بھی سودی نظام کو سرمایہ دارانہ نظام کی جڑ سمجھتے ہیں۔ غلام نبی صاحب نے کہا کہ سعودی عرب کے سرمایہ سے یورپ کے بنک چل رہے ہیں اور حکومت منافع لے رہی ہے۔ وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے سود کی مخالفت کرنے کے ساتھ قرارداد کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ صرف بنکوں سے سود کے خاتمہ سے استحصال ختم نہیں ہوتا۔ بٹائی وغیرہ کی کئی صورتیں سود میں آتی ہیں۔ (حالانکہ قرارداد میں صرف بنکوں کا نہیں ہر قسم سودی نظام کا ذکر تھا) انہوں نے کہا کہ ہمارے سوشلسٹ نظام قائم کرنے کے دعوی کا مطلب استحصال کی تمام قسموں کو ختم کرنا ہے۔ مگر ایک قرارداد پاس کر کے ہم کیسے سود ختم کر سکتے ہیں۔ اس لئے قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس مرحلہ پر ملک محمد جعفر جو قائم مقام سپیکر کے فرائض انجام دے رہے تھے نے قانونی نکتہ اٹھا کر وزیر قانون وغیرہ سے دریافت کرنا چاہا کہ ربوا ختم کرنے کا ذکر عبوری اور مستقل آئین کے رہنما اصولوں میں ہے تو کیا ایسی بات کے متعلق قرارداد آسکتی ہے۔ پیرزادہ صاحب وزیر قانون نے جواب میں کہا کہ قرارداد سے نیشنل اسمبلی کی خواہشات حکومت تک پہنچائی جاتی ہیں۔ آئین قرارداد سے بالاتر ہے۔ اب جب آئین میں ذکر ہے تو قرارداد کی اہمیت بھی نہیں رہتی اس لئے اگر مولانا اسے واپس لے لیں تو بہتر ہوگا۔ سابق وزیر قانون میاں محمود علی قصوری نے اس نکتہ پر بولتے ہوئے کہا کہ خود پالیسی اصول کے بارہ میں یہ مسلم ہے کہ اسے قانونی ادارہ کے ذریعہ نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس کی قانونی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ اس میں شراب اور دیگر محرمات کے ختم کر دینے کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس کے باوجود اس ملک میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ تو یہ پالیسی اصولوں پر عمل کرنے کا طریقہ ہے کہ ادارہ اپنی خواہشات کا قرارداد کے ذریعہ حکومت پر دباؤ ڈالتا ہے۔ پالیسی اصولوں کا مطلب یہ نہیں کہ قرارداد ہی نہ آسکے۔ نائب سپیکر نے کہا کہ جب پالیسی کے اصولوں میں ہے تو تحصیل حاصل ہے۔

قصوری صاحب نے کہا کہ اس ادارہ کا کام اسے نافذ کرانا اور اس پر رائے کا اظہار کرانا ہے۔ اس ادارہ کو حق حاصل ہے کہ وہ قرارداد کے ذریعہ ملک بھر کے قحبہ خانے شراب نوشی اور سود وغیرہ ختم کرنے کا مطالبہ کرے۔

اس کے بعد وفاقی وزیر جے اے رحیم نے تقریر میں کہا کہ بیشک مولانا بہت پرہیزگار اور پاکیزہ کردار والے ہیں۔ مگر جس نظام کو وہ اس ملک میں لانا چاہتے ہیں وہ مثالی نظام اس غریب ملک میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہوگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ بنکوں کا نظام ختم کیا

جاسکتا ہے۔ جناب غلام فاروق صاحب جو اقتصادیات کے گنے چنے ماہرین میں سے ہیں اور بنکنگ کا بھی تجربہ رکھتے ہیں نے قرارداد کی پر زور حمایت کی اور اس بات کی تردید کی بنکنگ نظام بغیر سود کے نہیں چل سکتا۔ انہوں نے اسی برصغیر سے کئی مثالیں پیش کیں کہ بڑی بڑی صنعتیں اور ادارے بغیر سود کے قرضے کے شروع کئے گئے، احمد آباد بھارت کی تمام ملز اس کی مثال ہیں۔ یہ تمام کاروباری ترقی بغیر سودی نظام کے بھی انہیں حاصل ہوگی۔

مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ بحث کا رخ بنکوں پر آکر محدود ہوگیا ہے۔ حالانکہ قرارداد میں سود کی تمام قسموں کا ذکر ہے۔ پروفیسر غفور نے بھی عبوری اور مستقل آئین کے حوالہ سے سودی نظام ختم کر دینے پر زور دیا اور کہا کہ آئین میں پچھلے سارے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھال دینے کا بھی ذکر ہے جب سود حرام ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ اس بارہ میں عملی اقدامات کرے۔ مولانا عبدالحق مدظلہ نے بھی اس مرحلہ پر کہا کہ قرارداد سے مستقل آئین اور عبوری میں سود کی ممانعت کی اہمیت اور بڑھ سکتی ہے تو پھر قرارداد منظور کر دینے میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے میں قرارداد واپس لے لینے کا مشورہ قبول نہیں کرسکتا۔ آپ اسے کثرت رائے سے مسترد کر دیں یا بحث جاری رکھیں، بحث جاری رہی اور پیپلز پارٹی کے جناب غلام رسول تارڑ نے قرارداد کے حق میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میرے نزدیک سود قطعی غیر اسلامی چیز ہے۔ اس پر بحث کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ سعودی عرب میں سود کا ایک پیسہ وصول نہیں ہوتا۔ نظام بدلنے سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ غریب ملک جو بھیک مانگتے تھے وہاں زکوٰۃ وصول کرنے والا نہیں ملتا اور وہاں سود نہیں۔ یہ ملک سود کے بغیر بے مثال ترقی کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاملہ مشاورتی کونسل بھیجا جائے۔ مگر تین ماہ میں رپورٹ آنے کی شرط لگائی جائے۔ مشاورتی کونسل مجبور ہوتی ہے یا آزاد مجھے اس سے بحث نہیں مگر اس میں جید علماء کو مقرر کرنا چاہیئے۔ ہم جب مسلمان ہیں قرآن و سنت پر ایمان رکھتے ہیں تو سود کو حرام کہنا ہی پڑے گا۔ تارڑ صاحب کی تقریر سرکاری تکلدہ میں ایک ہی اذان تھی۔

وزیر خزانہ نے مشاورتی کونسل کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے کہا ۱۹۵۶ء میں مشاورتی کونسل نے جواب دیا تھا کہ وہ اس بارہ میں متفق ہے کہ ربوا حرام ہے، مگر وہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ عوامی سودوں اور صوبائی قرضوں وغیرہ پر لگایا گیا۔ سود ربوا میں شامل ہے یا نہیں وزارت مالیات نے پھر ابہام رفع کرانا چاہا کونسل نے صاف کہا کہ ہم نہیں بتا سکتے کہ موجودہ سود ربوا میں شامل ہے یا نہیں بعض نے رپورٹ میں کاروباری سود وغیرہ کو حرام قرار دیا بعض نے نوٹ جاری کرنے کا

کمیشن پرائز بانڈ، پراویڈنٹ، پوسٹل لائف فنڈ بھی ربوا میں شامل کر دی۔ بعض نے ربوا کو حرام کہا مگر بنک کے سود کو مستثنیٰ قرار دیا۔ الغرض شخصی ملکیت کی بنیاد سود ہے۔ ہم اسے ختم کریں گے۔ مگر ساری باتوں کو سوچ کر۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے وزیر خزانہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ وزیر خزانہ نے علماء اور ججوں کے بڑے حوالے دیئے مگر کونسل میں کون سے علماء تھے۔ اور جب کونسل ایک ایسے مسئلہ پر واضح فیصلہ نہ دے سکی تو ایسے نااہلوں کو کیوں رکھا گیا۔ اس لئے تو ہم کونسل میں کم از کم نصف تعداد علماء کی رکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ڈراپہ بی کر صدر۔ سے میں نے خود کہہ دیا تھا کہ اس موجودہ شکل میں ہم کونسل کے فیصلوں کو کب صحیح کہہ سکتے ہیں۔ اس میں چار علماء رکھنے کا تو ذکر ہے مگر باقی ۹ ارکان کی اہلیت ایسی ہی مبہم رکھی گئی ہے۔ مولانا نے پی پی کے غلام رسول تارڑ کی تحسین کی کہ انہوں نے اسلامی فرض ادا کیا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ قرارداد کو آپ کونسل بھیج دیں۔ انہوں نے کہا وزیر خزانہ سرمایہ داری کی مخالفت کرتے ہوئے نفع اور سود میں فرق نہیں کر سکتے یہ فرق کرنا ماہرین کا کام نہیں، مسئلہ نازک ہے۔ اس لئے تقریریں بھی احتیاط سے کرنی چاہئیں۔

پی پی کے باغی جوشیلے ممبر راؤ خورشید علی نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرارداد کی حمایت کی اور کہا کہ مولانا عبدالحق کا شکر گزار ہونا چاہیئے جنہوں نے معزز ایوان کو یہ موقع فراہم کیا کہ ایسے نازک اہم مسئلہ پر اظہار رائے کیا جاتے۔ انہوں نے کہا وزیر قانون کہتے ہیں کہ یہ قرارداد آئین کے مطابق نہیں تو اسے کیوں پیش کرنے دیا گیا اگر مولانا پرائیویٹ بل لاتے تو اس وقت کہہ دیا جاتا کہ اسے قرارداد کی شکل میں آنا تھا۔ بہرحال مولانا کی قرارداد نہایت اہم ہے جب طے شدہ ہے کہ اسلام کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا اور اسلام میں ربوا اور سود کی اتنی مذمت آئی ہے کہ آدمی اس پر غور کرے تو ڈر لگتا ہے۔ یہ ہمارے چارسو بھوک افلاس بے روزگاری کی لعنت، سود کا اثر نہیں تو اور کیا ہے۔ تو اسے ٹالنے والی بات موزوں نہیں۔ بلاسود بنکاری ناممکن نہیں، اس پر مستند کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر خدا و رسول کو خوش کرنے ہم سود سے پاک معیشت کو آزمالیں تو کیا حرج ہے۔ راؤ صاحب نے کہا کہ دوسری چیز جسے قرارداد کے ذریعہ توجہ دلائی گئی وہ یہ کہ ہماری رائے لوگوں تک پہنچ جائے جن کے ووٹ سے ہم منتخب ہو کر آئے ہیں۔ اب مولانا عبدالحق، مولانا ہزاروی، پیرزادہ صاحب، مبشر صاحب وغیرہ کی ساری باتیں لوگوں تک پہنچیں گی۔ آئندہ لوگ اس بات کا نوٹس لیں گے کہ کون نمائندگی کا اہل ہے۔ جو یہاں ایوان میں خدا و رسول کی سود جیسے مسئلہ میں مخالفت کریں گے تو شاید اس وقت اکثریت کے بل پر اسے ناکام بنادیں لیکن یہ ساری مخلوق دیکھ رہی ہے، ان کو جواب دہی کرنا پڑے گی کہ یہی لوگ